سیّد احمد شہیدؒ کی تحریرات میں ردّ و بدل

مولانا غلام رسول مہر

میں قطعاً نہیں چاہتا تھا کہ سیّد احمد شہید کے مکاتیب و تحریرات میں تحریف و تبدیلی کی بحث از سرِ نو چھیڑی جائے۔ مولانا محمد جعفر مرحوم نے اصل تحریک کے لیے کام کے سلسلے میں نہایت خوفناک تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ ان تکلیفوں کے باعث ان کے لیے دل میں احترام کا ایک خاص جذبہ موجزن ہے! نیز قرآن مجید نے ایسے معاملات میں ہمارے لیے ایک واضح طریق عمل پیش کر دیا ہے یعنی تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون (ایک امت تھی جو گزر چکی۔ اس کے لیے وہ تھا، جو اس نے اپنے عمل سے کمایا، تمہارے لیے وہ ہوگا۔ جو تم اپنے عمل سے کماؤ گے۔ تم سے کچھ پوچھ نہ ہو گی۔ ان لوگوں کے اعمال کیسے تھے)۔

لیکن اصل تحریک سے محبت و وابستگی اس کے داعی اول و قائد سے عشق و شیفتگی ہی نے مجبور کر دیا کہ حقیقت حال کھول کر بیان کر دی جائے۔ جس میں اصل تحریک کی اہمیت، وسعت اور عظمت موقوف ہے اگر اس کی بنیاد ہی وہ نہ تھی جو ہم سمجھے بیٹھے ہیں تو یقیناً اس کی حیثیت معمولی تھی۔ اور اس کے لیے جن لوگوں نے مختلف اوقات میں کام میں اور ان میں خود مولانا محمد جعفر بھی شامل تھے۔ ان کے لیے عقیدت سے حسن قیادت کی بڑی بڑی سندیں کیوں آراستہ کی جائیں؟

یہ بھی عرض کر دوں کہ میں فی الحال صرف حقائق بیان کر دینے پر اکتفا کروں گا۔ جن لوگوں نے تحریف کی ان کے اغراض و مقاصد زیرِ بحث نہ لاؤں گا۔ تاکہ معاملہ صرف سرسری تصریحات تک محدود رہے

اور یہ تکلیف دہ بحث زیادہ پھیلنے نہ پائے۔

ردوبدل کی مختلف صورتیں

۱ اصل تحریرات کی بناء پر ایسے دعوے کیے گئے جو سراسر بے اصل تھے اور ان سے تحریک کے متعلق بنیادی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔

۲ بعض تحریرات میں الفاظ یا فقرے جا بجا بڑھائے گئے تاکہ بے اصل دعوؤں کے لیے تقویت کا کچھ نہ کچھ سامان مہیا ہو جائے۔

۳ بعض تحریرات سے ایسے الفاظ حذف کر دیئے گیے جو پیش نظر مقصد کے لیے مفید نہ تھے اس طرح تحریر اپنے اختیار کردہ مسلک کے مطابق بنا لی گئی۔

۴ بعض فقرے سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کیے گیے اگر وہ سیاق وسباق کے ساتھ منظر عام پر لائے جاتے تو ان سے وہ مطلب سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ جو حقیقت کے عین مطابق تھا اس کے برعکس ان میں وہ مطلب ڈالا گیا جو قطع وبرید کرنے والے کے ذہن میں تھا۔ حالانکہ حقیقت کے سراسر خلاف تھا۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ مولانا محمد جعفر مرحوم کی کتاب میں چاروں قسم کی تحریفات کے شواہد موجود ہیں جس طرح سید احمد شہید کے بارے میں بعض کور ذوقوں اور حقیقت ناشناسوں کی داستان بافیوں یا تہمت آرائیاں حد درجہ نا مناسب معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اور اسی رنگ میں عقیدت مندوں اور نیاز کیشوں کی تحریفات بھی نا مناسب و نا مطلوب ہیں۔ تاریخ نگاری اور تذکرہ نویسی کا یہی تقاضا ہے کہ نہ تو سید شہید کو حقیقت سے گھٹایا جائے اور نہ بڑھایا جائے وہ جیسے بھی تھے اور جو کچھ بھی انھوں نے کیا دلائل وشواہد کے ساتھ انھیں اسی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر مخالفوں نے زیادتیاں کیں تو ان کی نشاندہی کر دی جائے اگر موافقوں سے غلطیاں ہوئیں تو ان کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا جائے۔

میرے نزدیک سید شہید کے اپنے مقاصد وعزائم ان کی اپنی سرگرمیوں اور جانفشانیوں ان کی اپنی بے غرضی

اور للہیت کو ٹھیک منظر عام پر لے آنا بالکل کفایت کرتا ہے۔ اس میں کسی رنگ آمیزی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم مستند تاریخ کے ایوان میں مختلف شخصیتوں کو ان کے حقیقی مقام پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ مدعا نہیں کہ سابقہ افسانوی داستان آرائیوں کا ناروا پود بکھیر کر فکر و خیال سے نئے جالے ان کے گرد پیدا کر دیں یا مخالفوں نے حقیقت شناسی کے راستے میں جو رکاوٹیں کھڑی کر دی تھیں انھیں ہٹا کر دوستوں اور نیازمندوں کے بکھیرے ہوئے سنگریزوں اور کانٹوں کو بدستور چھوڑ دیں تاکہ رہرووں کے پاؤں برابر زخمی ہوتے رہیں۔ حقیقت بہر حال بروئے کار آنی چاہیئے اگرچہ اس سے بدخواہوں کے دلوں پر بھی ضرب لگے مجھے یقین ہے کہ سید شہید اور ان کے بلند پایہ رفیقوں کی پاک روحیں اس پر خوش ہوں گی۔

مجاہدانہ سرگرمیاں

سید کی شہادت پر ۱۳۴ سال گزر چکے ہیں؁ وہ کسی دور افتادہ خطے کے باشندے نہ تھے یہاں پیدا ہوئے یہاں پرورش پائی۔ یہی سرزمین ان کی تمام مجاہدانہ سرگرمیوں کا میدان تھی یہیں ان کی تحریک مختلف مراحل سے گزرتی رہی اور ان کی شہادت کے بعد بھی سرحد آزاد کے کوہ و کمر راہ حق میں جانفروشی کی ولولہ انگیز صداؤں سے گونجتے رہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہم انتہائی قرب مکانی و زمانی کے باوجود انھیں صحیح رنگ میں دیکھ نہ سکے۔ پہلے مخالفوں کی افسانہ طرازیوں کے بادل فضا کے ہر حصے پر چھائے ہوئے تھے وہ ابھی پوری طرح چھٹے نہ تھے کہ نیازمندوں کی ظلمت آرائیاں بصارت و بصیرت کے لیے ابتلا کا سامان بن گئیں ایک جہاد وہ تھا جو سید صاحب نے باطل مادی قوتوں سے خلاف کیا تھا اور اس میں شہادت حاصل کی تھی۔ ایک جہاد ان کی شہادت کے بعد شروع ہوا۔ پہلا جہاد چند سالوں میں ختم ہو گیا۔ دوسرا اب تک جاری ہے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب تک جاری رہے گا۔

ان تمہیدات کے بعد میں تحریکات پر متوجہ ہوتا ہوں۔ سید صاحب کے ذخیرہ مکتوبات اور مجموعہ ہائے احوال و سوانح میں متعدد ایسے دعوت نامہ ہائے جہاد کی نقلیں ہیں جنھیں بنام "اعلام" مختلف افراد کے پاس بھیجا گیا تھا تاکہ وہ شرعی احکام سے آگاہ ہو جائیں اور کمر ہمت باندھ کر میدان عمل میں اتر آئیں۔ ان میں سے ایک "اعلام" مولانا محمد جعفر نے "سوانح احمدی" میں نقل کیا ہے۔

(صفحہ ۱۷۲ - ۷۸ اطبع دوم)

اس کا ایک حصہ صفحہ ۱۷۵ پر یوں ہے :

نہ با کسے از امرا مسلمین منازعت داریم نہ با یکے از روسائے مومنین مخالفت ۔ با کفار لیام مقابلہ داریم نہ با مدعیان اسلام ، صرف بہ دراز مویان مقاتلہ ، نہ بہ کلمہ گویانِ اسلام جویان ونہ با سرکار انگریزی مخاصمت داریم ۔ نہ ہیچ راہ منازعت کہ از رعایائے اوہستیم وبحمایتش از مظالم برہا ۔

نہ ہمیں کسی مسلمان رئیس سے جھگڑا ہے نہ کسی مومن رئیس کی مخالفت منظور ہے منکروں سے ہمیں مقابلہ درپیش ہے نہ کہ دعویٰ داران اسلام سے ۔ صرف لمبے بال والوں (سکھوں) سے جنگ ہے نہ کہ کلمہ گویوں اور اسلام والوں سے اور نہ سرکار انگریزی سے خصومت ہے ۔ نہ کشمکش ہے کیونکہ ہم اس سرکار کی رعایا ہیں اور اس کی حمایت میں سب کے ظلموں سے محفوظ ہیں ۔

آپ نے مولانا محمد جعفر کی درج کردہ عبارت ملاحظہ فرمائی اب اصل تحریر پر ایک نظر ڈال لیجیے :

نہ با کسے از امرا مسلمین منازعت داریم نہ با کسے از رؤساء مومنین مخالفت با کفار لیام مقابلہ داریم نہ با مدعیان اسلام ، با دراز مویاں بلکہ سائر کفر خویان مقاتلہ خواہیم نہ بہ کلمہ گویانِ ، اسلام جویاں ، چنانچہ ایں معنی معلوم خاص و عام است و مسلّم طوائف است ۔

میرے سامنے اس وقت مکاتیب کے دو مجموعے ہیں جو مختلف اوقات میں نقل ہوئے ایک مجموعے میں یہ عبارت صفحہ ۱۱ پر ہے اور دوسرے میں صفحہ ۵۵ پر ۔ دونوں میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ۔ دونوں کی کتابت نہ ایک وقت میں ہوئی اور نہ ایک مقام پر ہوئی ۔ یہی عبارت سید جعفر علی نقوی گورکھپوری کی کتاب " منظورۃ السعداء " کے صفحہ ۵۶۲ - ۵۶۳ پر درج ہے باقی مجموعے میں اس وقت دیکھ نہیں سکا ورنہ ان کے حوالے بھی درج کر دیتا ۔

غرض " اعلام " کی عبارت میں مولانا محمد جعفر نے :

۱ــــ " دراز مویاں " سے پیشتر " صرف " کا لفظ خود بڑھایا ۔

۲ــــ " و نہ با سرکار انگریزی سے " برہا " تک کی عبارت بہ طور خود لکھی ۔

۳ــــ " بلکہ سائر کفر خویاں " اس لیے حذف کیا کہ اس میں انگریز بھی آجاتے تھے ۔

عجیب بات یہ ہے کہ " از رعایائے او ہستیم " کے الفاظ لکھتے وقت مولانا کو بالکل یاد نہ رہا کہ سید صاحب رائے بریلی کے باشندے تھے ۔ رائے بریلی واجد علی شاہ کی معزولی تک (۱۸۵۶ء) سرکار انگریزی

کی ملکیت نہیں بنا تھا اور سید صاحب ۱۸۲۶ء میں وہاں سے ہجرت کر گئے تھے وہ کبھی سرکار انگریزی کی رعایا نہ بنے تھے اور اس کا ذکر "اعلام" میں کرنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

سید صاحب نے ایک طویل خط شاہ بخارا کو بھی لکھا تھا جو مولانا محمد جعفر کی کتاب میں صفحہ ۱۸۹ سے صفحہ ۱۹۳ تک نقل ہوا ہے اس میں مولانا کو ایک سے زیادہ تبدیلیاں کرنی پڑیں۔

ایک جگہ مرقوم ہے:

از مدت چند سال بہ تقدیر قادر فعال حال حکومت و سلطنت ایں ممالک (ہندوستان) بریں متوال گردیدہ کہ سکھان نکوہیدہ خصال و مشرکین بہ مآل بر اکثر اقطاع غربی ہندوستان از لب دریائے اباسین تا در دارالسلطنت دہلی تسلط یافتند۔۔۔ (۱۸۹ - ۱۹۰)

چند سال سے ابتدائے قادر و کار فرما کی تقدیر کے باعث ان ممالک کی حکومت کا حال یہ ہے کہ بُری خصلتوں والے سکھ اور بدانجام مشرک مغربی ہند کے اکثر خطوں پر قابض ہو گئے ہیں جو دریائے سندھ سے دارالسلطنت دہلی تک پھیلے ہوئے ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

از مدت چند سال بہ تقدیر قادر فعال حال حکومت و سلطنت ایں ممالک بریں متوال گردیدہ کہ نصاریٰ نکوہیدہ خصال و مشرکین بدمآل بر اکثر بلاد ہندوستان از لب دریائے اباسین تا ساحل دریائے شور کہ تخمیناً شش ماہ راہ باشد، تسلط یافتند۔

یہ عبارت ایک نسخے کے صفحہ ۳۱ پر اور دوسرے نسخے کے صفحہ ۲۷ پر درج ہے اب آپ تبدیلیوں کی سرسری کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

"نصاریٰ نکوہیدہ خصال" کی جگہ "سکھان نکوہیدہ خصال" بنایا۔

(۲)

ا۔ "اکثر بلاد ہندوستان" کی جگہ "اکثر اقطاع غربی ہندوستان" درج کر دیا۔

(۳)

پھر "از لب دریائے اباسین تا ساحل دریائے شور کہ تخمیناً شش ماہ راہ باشد" کاٹا اور اس کی جگہ

"ازلب دریائے اباسین تا در دارالسلطنت دہلی"۔

یہ تبدیلیاں محض اس بنا پر بھی قابل رد ہیں کہ اصل میں موجود نہیں لیکن ان کے بطلان کے لیے داخلی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً

(۱)

"نصاریٰ" کی جگہ "سکھان بنایا تو مشرکین کون ہوئے جنھیں "بدمآل" بتایا گیا۔

(۲)

اکثر "بلاد ہندوستان" پر تو مرہٹے، سکھ اور انگریز قابض تھے "اکثر بلاد غربی ہندوستان" پر سکھوں کے علاوہ کون مشرک قابض تھے۔

(۳)

پھر دریائے اباسین سے دارالسلطنت دہلی کے دروازے تک لکھ کر پوری تبدیلی کا راز مولانا محمد جعفر نے خود فاش کر دیا کیونکہ رنجیت سنگھ کی حکومت کی جنوبی حد ۱۸۰۹ء سے دریائے ستلج پر تھی اور دہلی کا دارالسلطنت دریائے ستلج سے کم از کم دو سو میل کے فاصلے پر تھا سکھ دہلی تک کبھی نہ پہنچے مولانا محمد جعفر کو یہ حقیقت یاد ہی نہ رہی اور ان کی اپنی عبارت غلط ہو گئی۔

ساتویں تحریف

اسی مکتوب میں سید صاحب آگے بڑھ کر فرماتے ہیں۔

احوال نکبت مآل بجبر کفرۂ فرنگ و تعدی مشرکین بے درنگ بہ سمع مبارک رسانیدہ شد تا غیرت ایمانی کہ موروث از اسلاف کرام است بجوش آید۔

فرنگی کافروں کے جبر و ظلم اور مشرکوں کی تعدی کا حال بد بے توقف آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا دیا گیا تاکہ ایمانی غیرت جوش میں آئے جو اسلاف سے آپ کو ورثے میں ملی ہے۔

یہ عبارت میرے ایک نسخے میں صفحہ ۹۴ پر اور دوسرے نسخے میں صفحہ ۴۳ پر ہے مولانا محمد جعفر نے اپنی کتاب میں اسے یوں پیش کیا

احوال نکبت مال بجبر کفرۂ پنجاب و تعدی منافقین این دیار بہ سمع مبارک رسانیدہ شد.....

یعنی کفرہ فرنگ کی جگہ "کفرہ پنجاب" بنایا اور مشرکین کی جگہ منافقین لکھا۔

شاہ بخارا کو انتباہ

آخر میں سید صاحب نے شاہ بخارا کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

کفار فرنگ کہ بر ہندوستان تسلط یافتہ اند نہایت تجربہ کار و ہوشیار اند و حیلہ باز و مکار۔ اگر بر اہل خراسان بیایند، بسہولت تمام جمیع بلاد آں بدست آرند۔ باز حکومت آنہا بہ حدود ولایت آنجناب متصل گردد۔

جو فرنگی کافر ہندوستان پر مسلط ہوئے ہیں وہ بڑے تجربہ کار، ہوشیار، حیلہ باز اور مکار ہیں اگر انھوں نے اہل خراسان پر پیش قدمی کی تو بہ آسانی وہاں کے تمام خطوں پر قابض ہو جائیں گے یوں ان کی سرحد آپ کی سرحد سے مل جائے گی۔

یہ عبارت ایک نسخہ کے صفحہ ۳۵ پر اور دوسرے نسخہ کے صفحہ ۱۹۸ پر موجود ہے مولانا محمد جعفر نے اس کا حلیہ یوں بگاڑا ہے۔

کفار دراز مویاں کہ بر ملک پنجاب تسلط یافتہ اند نہایت تجربہ کار و ہوشیار اند و حیلہ باز و مکار اگر بر اہل خراسان بیائند۔۔۔۔۔ (سوانح احمدی صفحہ ۱۹۲)

سکھوں کی اور کتنی ہی خصوصیتیں بیان کی جائیں لیکن "تجربہ کاری" اور "ہوشیاری" میں انھیں کبھی کسی نے درجہ امتیاز نہیں دیا "یہ کار خیر" مولانا محمد جعفر نے انجام دیا۔

جہاد کا اصول

لطف یہ ہے کہ اسی خط میں سید صاحب نے ایک جگہ جہاد کا اصول پیش کر دیا ہے اور مولانا محمد جعفر نے اسے نہیں بدلا۔ وہ اصول مولانا کی تمام تبدیلیوں کا قاطع ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:

ہرگاہ بلاد اہل اسلام بدست کفار لیام افتد بر جماہیر اہل اسلام عموماً و بر مشاہیر حکام خصوصاً واجب و موکد می گردد کہ سعی و کوشش در مقابلہ و مقاتلہ آنہا بجا آرند تا وقتیکہ بلاد مسلمین را از قبضہ ایشاں برآرند والا آثم و گنہگاری شوند و عاصی و ستمگار از درگاہ قبول مردود می گردند و از بارگاہ قرب

مطرود. (سوانح احمدی صفحہ ۱۹۰)

جب اہل اسلام کے علاقے کافروں کے قبضے میں چلے جائیں تو تمام اہل اسلام پر عموماً اور مشہور ملکوں پر خصوصاً واجب اور لازم ہو جاتا ہے کہ ان کفار سے جنگ و مقابلہ کی کوشش کریں۔ یہاں تک کہ مسلم علاقے کافروں کے قبضے سے چھڑا لیے جائیں۔ ورنہ وہ گنہگار ہوں گے اور قبول کے دروازے سے ٹھکرا دیے جائیں گے۔

کوئی صاحب بتائیں کہ آیا اہل اسلام کے مقبوضات انگریزوں کے قبضے میں جا چکے تھے یا نہیں اور جا چکے تھے تو مندرجہ بالا عبارت کے مطابق مسلمانوں کے لیے جہاد لازم ہو گیا تھا۔ یا نہیں؟ یہی فرض سید صاحب مدت العمر مسلمانوں کو یاد دلاتے رہے۔ مولانا محمد جعفر نے خواہ مخواہ انگریزوں کو اس زمرے سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ سید صاحب کی تعلیمات و تلقینات میں اس کے لیے کوئی بنیاد موجود نہ تھی۔

مکاتیب کے مجموعوں میں اکثر خطوط یا اعلام نامے سید صاحب کے ہیں۔ بعض خطوط شاہ اسمٰعیل کے بھی ہیں۔ جو شاہ اسحٰق یا بعض دوسرے احباب کو بھی لکھے گئے ان میں سے ایک طویل مکتوب شاہ صاحب کی طرف سے میر شاہ علی کے نام سے ہے۔ جو 'سوانح احمدی' میں بھی منقول ہے (صفحہ ۲۱۰-۲۱۳ طبع دوم) اور 'حیات طیبہ' میں بھی موجود ہے (۲۵۶ صفحہ تا ۲۶۱ طبع اول)

اس میں بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ جو سید صاحب کی امامت پر اس زمانے میں کیے جاتے تھے۔ مثلاً یہ کہ سید صاحب کے پاس قوت بہت کم ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ جتنی قوت فراہم کر لینا تمہارے بس میں ہو فراہم کر لو یہ نہیں فرمایا گیا کہ جب تک دنیا جہاں کی قوت جمع نہ ہو جائے عملی قدم ہی نہ اٹھاؤ۔

۲۔ قوت فراہم کر لینے کی صورت یہی ہے کہ خدا کا کوئی بندہ مرکز بنا کر بیٹھ جائے اور لوگ اس کے پاس جمع ہوتے جائیں۔ کوئی امام ماں کے پیٹ سے لاؤ لشکر اور سامان جنگ لے کر نہیں آتا۔

۳۔ مختلف لوگوں نے ادھر ادھر سے آدمی فراہم کر کے دنیوی مقاصد کے لیے کام شروع کیا اور سلطنتیں پیدا کر لیں۔ تعجب ہے کہ خدا کا ایک بندہ دینی کام کے لیے ساعی ہوتا ہے اور اس کے خلاف فضول اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

موقف جہاد میں تحریف کی کوشش

آخر میں فرماتے ہیں کہ سید صاحب کے پاس اتنی قوت ضرور ہے جو وقت کے مشہور رئیسوں کے برابر ہے۔

این قدر شوکت البتہ متحقق است کہ مماثل شوکت ناظمان ضلع پچھو و ہزارہ وپکھلی مے تواند شد۔ اگرچہ مماثل شوکت رنجیت سنگھ وکمپنی نہ باشد وکدام کس ایشاں را خبر دادہ کہ جناب امام ہمام بہ ہمیں جمعیت قلیلہ عزم لاہور و کلکتہ می دارند؟ بلکہ شب و روز در ازدیاد جمعیت مسلمین و ترقی شوکت ایشاں مساعی بلیغہ می آرند۔ . . . .

اس وقت قوت یقینا موجود ہے جو پچھو ہزارہ اور پکھلی کے ناظموں کی قوت کے برابر ہو اگرچہ کمپنی اور رنجیت سنگھ کے برابر نہ ہو۔ اور کس نے ان معترضین کو خبر دی کہ امام ہمام اسی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ لاہور اور کلکتہ پہنچنے کا ارادہ کیے بیٹھے ہیں وہ تو رات دن مسلمانوں کی قوت بڑھانے کے لیے اپنی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔

مولانا محمد جعفر کی کتاب میں اس عبارت نے یہ صورت اختیار کرلی

این قدر شوکت البتہ متحقق است کہ مماثل شوکت ناظمان پچھو و ہزارہ و پکھلی می تواند شد اگرچہ مماثل شوکت راجہ رنجیت سنگھ نہ باشد وکدام کس بہ ایشاں خبر دادہ کہ جناب امام ہمام بہ ہمیں جمعیت قلیلہ عزم لاہور دارند (صفحہ ۲۱۱)

'حیات طیبہ' میں بھی جو 'سوانح احمدی' سے چار سال بعد چھپی، یہ مکتوب 'سوانح احمدی' ہی سے نقل کر لیا گیا۔

گویا اصل مکتوب میں سے:

۱۔ لفظ کمپنی حذف کیا۔ رنجیت سنگھ کے آگے لفظ راجہ بڑھایا۔ 'کمپنی' سے مراد ایسٹ انڈیا کمپنی تھی، یعنی انگریز، اس لیے کہ ہندوستان پر تاجدار انگلستان کی براہ راست حکومت ۱۸۵۸ء سے شروع ہوئی پیشتر کمپنی کا ہی راج تھا۔ اور اسی نے ہندوستان کے سب سے زیادہ حصوں پر قبضہ جمایا تھا۔

۲۔ لاہور کے بعد لفظ "کلکتہ" تھا جسے حذف کیا گیا کیونکہ اگر یہ باقی رہتا تو سید صاحب کے موقف

جہاد کا حلیہ بگاڑنے کی کوئی صورت نہ بنتی ۔

اور تحریفات بھی ہیں ۔ لیکن میں فی الحال انہی پر اکتفاء کرتا ہوں ۔ اب میں مثبت تحریرات اور واقعاتی شہادتوں کی بناء پر ثابت کروں گا کہ سید صاحب کا جہاد اصلاً سکھوں کے خلاف نہیں ، انگریزوں کے خلاف تھا ۔ جو ہندوستان کے بڑے حصے پر قابض ہو گئے تھے ۔ ضمناً بعض تحریفات کی طرف بھی اشارے کرتا جاؤں گا ۔ سکھ تو محض اس وجہ سے سامنے آتے تھے ۔ کہ مختلف اسباب کی بناء پر جہاد کے لیے جو مرکز تجویز ہوا ۔ وہاں سے پیش قدمی سکھوں کے خلاف جنگ کے بغیر ممکن نہ رہی ۔ سندھ کے حکمران تذبذب میں تھے ۔ بلوچستان اور افغانستان کی کیفیت بھی یہی تھی اور وہاں سے پیش قدمی میں پھر سکھ ہی سامنے آتے تھے ۔ نیز علاقہ سرحد کی آزادی چھن رہی تھی ۔ اور وہاں تنظیم جہاد فی الفور لازم تھی ہندوستان کے جنوب مشرق اور مشرق و شمال میں کوئی مرکز تھا ہی نہیں جہاں مسلمان بہ آسانی جمع ہو سکتے یا اسلامی حکومتوں کے لیے امداد و اعانت میں سہولت ہوتی ۔

لہ مولانا مہر مرحوم نے یہ مضمون ۱۹۹۴ء میں تحریر فرمایا تھا اور روزنامہ مشرق لاہور اشاعت ۲۲ دسمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا تھا ۔ اب ۱۹۹۵ء ہے اس طرح ۱۳۴ برسوں کی تعداد میں ۳۱ کا اضافہ اور کرلینا چاہیے ۔ یعنی حضرت سید احمد کے واقعہ شہادت پر ۱۶۵ برس گزر چکے ہیں ۔ ابو سلمان سندھی

بقیہ : علامہ جیلانی چاندپوری

گی ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا سایۂ روحانیت و علمیت تادیر قائم و دائم رکھے ۔

زندۂ جاوید ماند کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کند نام را